

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ ٹنک

رزقِ حلال، کسبِ معاش اور حُب مال کا مآل

لحمده و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم
وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب وان الدار الآخرة لهي الحيوان لو كانوا يعلمون (عہد ۷۷)
ترجمہ: یہ دنیا کی زندگی ماسوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے (کاش) انہیں اس چیز کا علم
ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔ _____ وقال عليه الصلوة والسلام ما اكل احد طعاما قط خيرا من ان ياكل من
عمل يديه وان لبى الله داود عليه السلام كان ياكل من عمل يكدبه (بخاری)
ترجمہ: انسان زندگی میں جو کھانا کھاتا ہے ان میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور اللہ کے نبی
حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے۔

معرکہ خیر و شر: محترم حضرات! گزشتہ جمعہ کو تلاوت شدہ آیت کے ضمن میں دنیا کی حقیقت بیان کرنے کی
کوشش کی جس کا خلاصہ یہ کہ رب العالمین نے دارِ آخرت کو عالم دنیا کے مقابلہ میں بیان فرمایا، دنیا کی زندگی کو لہو و لعب
سے تشبیہ دی کہ دنیا ایک ایسا مشغلہ ہے جو کہ عبث اور بے نتیجہ ہے اس پر فائدہ دینے والا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جیسے بچے
زندگی کا ایک معتد بہ حصہ کھیل کو دے گا اور اپنے زندگی کو بے نتیجہ بنا کر ضائع کر دیتے ہیں۔ یہی حصہ زندگی اگر بالغ
ہونے کے بعد فضول کاموں میں خرچ کی جائے قابلِ مذمت ہے اگر یہی چند سالہ دور عبادات الہی اور ایسے اعمال
میں صرف کردی جو انسان کی مقصد تخلیق ہے وہی حصہ حیات نہ صرف قابلِ مدح و ستائش ہے بلکہ آخرت کا نتیجہ بھی اجور
کی شکل میں دائمی اور بے انتہاء مسرتوں اور شادمانیوں کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ دنیا کے ممکنہ مضرات سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ
دنیا کے تمام اسباب و اشیاء بے کار لغو اور قابلِ مذمت ہیں۔ انہیں اختیار کرنا بھی فحشرہ منوعہ ہے۔ نہ کہانا ہے نہ شادی کرنی
ہے نہ معاشرہ میں رہنا ہے بلکہ لوگوں سے الگ تھلگ کسی کرہ یا غار میں دنیا سے فرار اختیار کر کے دنیا سے ہر قسم کی بے
رضختی ہی نجات و فلاح کا ذریعہ ہے۔ بلکہ انسانوں کو فرشتوں جیسے پاک و روحانی مخلوق پر اکرم و اشرف المخلوقات کا بلند
مقام اسی وجہ سے دیا گیا ہے کہ فرشتے دنیا اور اس کے مضرات کو استعمال کرنے سے عاجز ہیں۔ صرف حق تعالیٰ کی تسبیح
و تقدیس اور اطاعت کی قوت ان میں موجود ہے۔ ان میں تا فرمانی کی نہ قوت ہے اور نہ تصور۔ اس کے مقابلہ میں انسان
جس کو راہِ راست سے ہٹانے کی ابلیس لعین نے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے اور انسان میں خیر و شر کو اختیار کرنے کی استطاعت

بھی دی گئی ہے اسی محرکہ خیر و شر میں دنیا کی اس قصور زندگی میں یہ اپنے ازلی دشمن شیطان ملعون کو اپنے محنت و مشقت اور رب کی خوشنودی کے لئے شکست دے کر جس کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے یہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ یہ اعلیٰ مقام تب حاصل ہوگا کہ اسی دنیا جس کو اللہ نیا ملعونہ کہا گیا میں رہ کر بدی کی قوتوں سے قدم قدم پر مقابلہ کیا جائے نہ کہ اس سے فرار کو اپنے نجات کا ذریعہ سمجھا جائے۔

چار امور سنت: انبیاء کرامؑ نے اسی عالم میں رہ کر شادیاں بھی کیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری تک تقریباً ہر شریعت میں شادی کو مشروع قرار دیا گیا۔ یہ صرف اس دنیا میں نہیں بلکہ عقد و معاہدہ کا یہ سلسلہ و تعلق جنت میں بھی رہے گا۔ ارشاد نبوی ہے: اربع من سنن المسلمین الحیاء والعطر والسواک والنکاح (ترمذی) ترجمہ: ”یعنی چار امور ایسے ہیں جو تمام رسولوں کی سنت ہیں۔ ایک حیاء۔ حیاء انسان میں ایسی فطرت ہے جو اسکے اور گناہ کے درمیان حائل ہو کر اسے گناہ سے روکتی ہے۔ دوم سنت خوشبوئی کا استعمال۔ سوم سواک کا استعمال چارم نکاح۔“

سرکارِ دو عالم ﷺ دنیا سے رخصت ہوتے وقت تک اسی عبادت نکاح پر قائم رہے۔ یہ تصور کر لینا کہ عورت سے نکاح کرنا بھی دنیا ہی دنیا ہے بالکل غلط ہے بلکہ یہ انبیاء اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کی سنت و عبادت ہے جب سنت و عبادت ہے تو شریعت میں عورت کے حقوق اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے بھی بیان کئے گئے کہ اس کیلئے مہر روٹی، کپڑا، اور مکان کا بندوبست کرنا ہے ظاہر ہے کہ لوازمات کو جو حقوق العباد ہیں کے لئے جائز طریقے سے دنیا کے اسباب کو اختیار کرنا ہوگا۔ صرف ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے ان حقوق میں سے کسی حق کی بھی ادائیگی نہیں ہو سکتی۔ بھوک سے بد حال آدمی اگر سارا دن صرف روٹی روٹی کا زبان سے ورد کرتا رہے یا غذا کا تصور ہی کرے۔ زندگی گزر جائیگی۔ بھوک سے مزید بڑھ حال ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

رزق حلال کی تلاش: بھوک سے مرنا ممکن ہے ایک نوالہ حاصل کرنا محال ہے جب تک حصول کے ذرائع واسباب رو بہ کار لا کر محنت و تھک و دو نہ کرتے شریعت مطہرہ اور حضور اقدس ﷺ نے امت کو اسی طرح ترغیب دتے ہوئے فرمایا کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے اعلیٰ و بہتر کھانا وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اسلام نے کسی جگہ تیار اور مفت خوری کو ترجیح نہیں دی۔ جوہ کی نماز سے فراغت کے بعد فرمایا:

فاذا قضیت الصلوة فالتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله (سورۃ جمعہ)

جب نماز (جمعہ) سے فارغ ہو جاؤ تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کیا کرو۔

مال و دولت یعنی رزق کا دینا نہ دینا۔ زیادہ دینا کم دینا۔ یہ اللہ کی مرضی اور اختیار میں ہے۔ مگر انسان اس پر مکلف ہے کہ یہ حلال طریقہ سے رزق حاصل کرنے کی راہیں تلاش کرے۔ اب اگر کام کرنے والا آٹھ گھنٹے کام کر کے مثلاً سو روپے کماتا ہے اور دوسرا چار گھنٹے کام کر کے ہزار کماتا ہے۔ تو سو روپے کمانے والے کو یہ حق نہیں کہ مالک الملک پر اعتراض

کرے کہ فلاں کو زیادہ اور مجھے کم کیوں ملتے ہیں۔ تقسیم دولت اللہ کے ہاتھ میں ہے فرمان الہی ہے:

نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات (سورة الاحزاب)
ترجمہ: ہم نے لوگوں کے رزق کو (ان کے درمیان) دنیا میں تقسیم کر دیا ہے کسی کو اونچا مقام دیا کسی کو کچھ کم۔

اللہ عظیم اور حکیم ہے ہر آدمی کے ظرف، دماغ اور قلب کے اندر جو کچھ تصورات و خیالات ہیں ان سے وہ خبردار ہے کہ زیادہ لینے والا اس رزق کا استعمال کیسے کرے گا اور کم لینے والا دینے والے کے بارہ میں کیا تصور قائم کرے گا، دونوں کا امتحان ہے ایک کیلئے شکر کی تعلیم ہے دوسرے کیلئے صابر اور شاکر رہنے کی۔ کیا یہ دونوں امتحان میں کامیابی سے ہنسنے رہتے ہیں یا زیادہ حاصل کرنے والا کثرت مال کی وجہ سے گناہوں کی دلدل میں پھنس کر منعم اور دینے والے کے ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے اور کم مال والا صبر اور قناعت کی جگہ شکوے شکایت شروع کر کے اپنی آخرت کو خراب کر رہا ہے۔

تقسیم مال میں لائقانہی حکمتیں: اسکے علاوہ اس تقسیم مال و دولت میں اللہ کی لائقانہی حکمتیں ہو سکتی ہیں ان حکمتوں کا سمجھنا ہر حق و خیر و کام نہیں یہ تو اس کا کام جو ظاہری ظلم کیساتھ ساتھ خداوندی اعانت بھی اس کے ساتھ شامل حال ہو آج کئی عقل کے مارے روشن خیال اپنے آپ کو دین کے خود ساختہ ماہر سمجھنے اور تعبیریں کرنے والے درحقیقت اپنے دین کے بھی دشمن اور آخرت کو بھی گنوا بیٹھ کر ”نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے“ کا مصداق بن کر ”ہباء المنثورا“ ہو گئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں کہ ”کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ“ مفہوم یہ کہ الہی فریضہ ادا کرنے کے بعد رزق حلال کے لئے کوشش کرنا بھی اہم اور ضروری ہے۔ جیسے پہلے آیت جمعہ کے ذیل میں رب کائنات نے حکم دے دیا ہے کہ میرے فریضہ یعنی نماز جمعہ کی ادائیگی سے فارغ ہوتے ہی حلال معاش کی تلاش کے لئے زمین میں نکل پڑو۔

انبیاء اور کسب معاش: آپ نے سنا ہوگا کہ ہمارے جتنے بھی انبیاء کرام صحابہ تابعین اولیاء صلحاء محدثین فقہاء مجتہدین اکابر نے جو اسلامی و دینی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے منصب اور رتبے کے مطابق آسمان اسلام و علم و عرفان کے آفتاب و اجتاب گزرے۔ اگر وہ چاہتے تو بغیر محنت کے ان کے قدموں میں سونے چاندی کے انبار لگ جاتے۔ نہ کسی کو اشارۃ کنایہ راغب کرنا پڑتا۔ اور نہ کبھی اس کی حاجت تھی اور نہ خواہش۔ دوسری طرف حالت یہ بھی رہی کہ نہ کبھی دنیا کے حلال حوائج سے فرار اختیار کیا اور نہ اپنے ماننے والوں یا معتقدین کو یہ سبق دیا، بلکہ اپنے عمل سے ثابت کیا جائز حاجات کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے حاصل کی جائے ابوالبشر حضرت آدم ذمہ زراعت میں معروف رہ کر حلال معاش کا بندوبست خود فرماتے حضرت نوحؑ نے کشتی رانی میں مہارت حاصل کی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معاش کے بندوبست کیلئے کپڑے کے کاروبار کو اپنا ظاہری وسیلہ معاش چن لیا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ حیرت بنانے کے ماہر تیرہج کر حلال کمائی سے مستفید ہوتے۔ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جو انبیاء کے

سردار اور اس دنیا کا وجود بھی رب کائنات نے انہی کے دم ختم سے قائم کی اور ان کا فائدہ مجبوری نہ تھی بلکہ خود اختیار کردہ تھی۔ بچپن میں جانور چراتے، عمر زیادہ ہوئی تو تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ جو بچی بچی اور اسلام کی آمد سے پہلے دین حق کی تبلیغ تھی، مالدار اور صاحب ثروت بی بی تھی، حضور ﷺ سے شادی کے بعد آپ ﷺ ان کے اموال سے تجارت کرتے۔

معاش بھی عبادت بھی: اسی غرض کیلئے شام، یمن، بحرین اور حبشہ کے تکلیف دہ اور صبر آزما سفار اختیار کئے امت کو بھی تلقین کی کہ من طلب الدنيا حلالاً و تعففاً عن المسئلة وسعيًا على عياله و تعطفاً على جاره لقي الله وجهه كما القمر ليلة البدر (بیہقی) ترجمہ: ”جو دنیا کو حلال طریقوں سے کما کر (اس سے) اپنی اولاد کی پرورش کرنا چاہے اور اپنے (لاچار) پڑوسیوں پر (بطور مدد) خرچ کرنا چاہے تو خدا سے روز قیامت اس طریقے سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا دکھتا رہے گا“۔ مدنیہ منورہ کے نزدیک مقام برف میں آپ نے باقاعدہ زراعت کا مشکل ترین کام خود اپنے ہاتھوں سے فرمایا یہ تمام مشاغل جو انبیاء کرام نے اختیار کئے اگر اس نیت سے کئے جائیں کہ انبیاء کی سنت اور بالخصوص سرور کونین ﷺ انہی پر کار فرما رہے تو یہی دینی اور معاش کا ذریعہ بھی عبادت کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اس پر انشاء اللہ کسی اور موقع پر عرض کروں گا کہ مومن کیلئے۔ ارحم الراحمین نے جنت کا داخلہ اتنا آسان کر دیا ہے کہ اس کا حلال دینی کام بھی صحیح نیت کی وجہ سے دین بن جاتا ہے۔ بد قسمتی مسلمانوں کی ہے کہ خود اس آسان اور بے جا سختیوں سے خالی دین کو اپنے لئے بارگراں سمجھ لیا ہے۔

حصول رزق حلال بھی دین کا حصہ ہے: یہ بات حتمی ہے کہ رزق حلال کو حاصل کرنا بھی دین کے اور شرعی امور کی طرح دین ہی کا حصہ ہے۔ یہ عقیدہ اگر ذہن میں مستحکم ہو جائے تو کئی قسم کے وساوس مثلاً دنیا کو بالکل ترک کرنا نجات اخروی کیلئے ضروری شرط ہے، سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔ دینی اسباب اختیار کرنا صرف انبیاء نے نہیں بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے انبیاء اور سید الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہوئے اسلام کے اعطاء کیلئے کوششوں کے ساتھ دینی زندگی گزارنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کیلئے مختلف پیشوں کا انتخاب کیا۔

صحابہ کرام اور تجارت: حضرت سیدنا امیر المومنین ابو بکر صدیقؓ پکڑے کے بہت بڑے تاجدار ”العاجور الصدوق الامین مع البین والصدیقین والشهداء“ کے مصداق تھے۔ اسی تجارت کے طفیل جب بھی غزوات میں حضور ﷺ صحابہ سے تعاون کی اپیل کرتے تو حضرت عمرؓ سمیت تمام اجل صحابہ پر اس عظیم دینی کارنامہ میں سبقت حاصل کرتے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ تجارت میں کثرت سے مصروفیت کی وجہ سے احادیث نبوی کریم ﷺ کے روایات کم نقل کرنے کے بارہ میں خود فرما رہے ہیں کہ حدیث رسولؐ مجھ سے اس وجہ سے مخفی رہے کہ میں کثرت سے امور تجارت میں مصروف رہتا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کا کاروبار مکہ اور پھر مدینہ ہجرت کے بعد بھی جاری رہا۔ احادیث نبویؐ پر سختی سے عمل کرنے والے عبداللہ بن عمرؓ نے اونٹوں کے خرید و فروخت کو اپنے رزق حلال کا غاہری

وسیلہ بنایا۔ یہ تو صرف چند صحابہ کا ذکر ہے، اکثر صحابہ اپنے گزر بسر کیلئے خود ہی ذریعہ معاش پر عمل کرنا جزو ایمان سمجھتے، فقہاء امت، مجتہدین کرام اور محدثین عظام نے بھی مانگے مانگے پر اکتفاء کر کے زندگی گزارنے کی بجائے تجارت زراعت، صنعت و حرفت جیسے کاروباروں میں اپنے معاش کا بندوبست کیا۔ کسی کسب کو انہوں نے اپنے لئے باعث توہین نہ سمجھا کوئی تاجر تھا تو کوئی موچی، کسی نے اپنے لئے فن کپڑا فروشی اختیار کیا تو کسی نے درزی کا فن سیکھ لیا۔

ائمہ کرام اور پیشہ رزق حلال: سیدنا امام ابو اعظم ابو حنیفہؒ پڑے کے تاجر اور ذریعہ معاش میں ان کے احتیاط و تقویٰ کے واقعات آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں اصح الکتب بعد کتاب اللہ تعالیٰ کے مؤلف اور مصنف امام بخاریؒ اپنے تصنیف بخاری شریف کے تدوین کے معروف ترین مشاغل سے ہوتے ہوئے زندگی گزارنے کیلئے بزاز یعنی کپڑا فروش کی ڈیوٹی بھی ادا کرتے رہے۔ مؤرخین نے امام قدوری کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ بدتوں کے کاروبار کرتے تھے۔ یہ چند نام بطور ”مثبت نمونہ بطور خبردار“ کے طور پر ذکر کر دیئے ورنہ امت مسلمہ کی تاریخ ان ہیروں اور جواہرات سے بھری پڑی ہے کہ دین کی اشاعت امت مسلمہ کے بارہ میں ہمہ وقتی، فکر انگیزی، دن رات مسلمانوں کے صلاح و فلاح کیلئے زبانی، قلمی، جانی اور مالی اور فنی معروضات میں بھی اپنے اہل و عیال کے رزق حلال کے لئے دینی اسباب اور ذرائع کے کسی نہ کسی شاخ سے منسلک رہے۔

ترک اسباب توکل نہیں: ان میں سے ہر ایک علم و تقویٰ کا پہاڑ، ذہانت و متانت کا بیش بہا خزانہ، علوم شرعیہ کے کلیات و جزئیات کے عظیم دائرۃ المعارف اور بے شمار اوصاف کے حامل تھے جب انہوں نے خطبہ کے ابتداء میں حضور ﷺ کے ارشاد مقدس کہ انسان زندگی میں جو کچھ کھاتا ہے اس میں سب سے بہتر وہ کھانا ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے۔ اور حضرت داؤدؑ جیسے برگزیدہ پیغمبر بھی اپنے ہاتھوں سے ذریعہ بن کر بازار میں بیچنے کے بعد اس کی آمدنی سے کھاتے۔ حکومتی خزانہ سونے چاندی سے بھرا تھا مگر اس سے کچھ نہ لینے کو اپنا فرم ورک اور مح نظر بنادیا تھا تو ہمارے جیسے ایرے غیروں کیلئے کیسے جائز ہے کہ نہ اہلیت و صلاحیت بس توکل کا نام لیکر بنا کسی سبب اختیار کئے آسمان سے روزی آنے کا انتظار میں بیٹھ جائیں۔

زکوٰۃ حج اور صدقات: آپ کو معلوم ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت میں دنیاوی اعمال کی جانچ اور ان پر نتائج کا مرتب ہونا فردی زندگی کی کامیابی کا دار و مدار اس چند روزہ زندگی کے اعمال پر ہے۔ زیادہ تر حسنات ایسے ہیں کہ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں وسائل کا جائز اختیار لازمی ہے۔ رزق حلال کیلئے سعی کر کے اور کھانا کھا کر ہی بدن میں قوت پیدا ہونے کے بعد اسلامی عمارت کے بنیادی ستون نماز کی ادائیگی پر قدرت حاصل ہوگی۔ حلال مال دولت کما کر زکوٰۃ جیسے اہم عبادت کی ادائیگی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ہو سکتی ہے۔ اعزہ اقارب پڑوسیوں اور فقراء و مساکین کے حوائج کو پورا کرنے کا جو حکم شریعت نے دیا ہے وہ بغیر محنت و مزدوری اور مال حاصل کرنے کے بغیر قطعاً ناممکن ہے۔ حج جیسے ارکان اسلام میں وہ عظمت اللہ نے عطا فرمایا اور اس کے حقوق و شروط کے ساتھ ادائیگی کرنے والے کو

رب العالمین تمام گناہوں سے پاک فرمادیے ہیں مگر یہ عظیم فضیلت بغیر زاد و راحلہ اور ضروری اخراجات کے حاصل ہونا صرف ایک خواب ہی ہو سکتا ہے۔ اسلام جس میں بار بار رفاہ عامہ اور حقوق العباد کے پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے، بیوی، اولاد، والدین، ملازمین حتیٰ کہ بے زبان جانوروں کو بھی اپنے اپنے حق سے محروم کرنا قابل مواخذہ جرم ہے اس جرم سے بچنے کی ایک صورت کہ دنیا کے میسر اسباب سے مستفید ہو کر ان نیکیوں کو حاصل کیا جائے مسلمانوں کا ہدف کیا ہونا چاہئے:

دین حقہ کی سر بلندی اور مسلمانوں پر اپنے حفاظت اور دفاع کیلئے جہاد فی سبیل اللہ کی ذمہ داری کا سلسلہ تار و قیامت اللہ جل جلالہ نے جاری رکھنے کے حکم دیا ہے دشمن کا مقابلہ میں ہر ممکن قوت و طاقت آلات حرب جدیدہ سے جدید تر حاصل کرنا، مہارت کا حصول مسلمانوں کا ہدف ہونا چاہیے۔ یہ تب ہوگا کہ مسلمان ہر قسم جائز علمی و مادی اور روحانی کمالات سے مالا مال ہوں ان میں اگر کمی ہوگا میانی ناممکن ہے۔

حب مال کی مضرتیں: معزز حاضرین! خلاصہ یہ کہ تمام دینی وسائل اور کاروبار زندگی قابل مذمت نہیں بلکہ وہ حیات قابل مذمت ہے جو بے مقصد ہو جیسے کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ ہر فرد کی اپنی اپنی ضروریات ہوتی ہیں جن کے پورا کرنے کیلئے دنیا کے جائز ذرائع اور وسائل اختیار کرنے کی اجازت تو ہے مگر شرط یہ کہ حاجات کے آڑ میں تکبر، فخر، نمائش دوسروں پر سبقت یعنی آگے بڑھنے کی نیت نہ ہو۔ زندگی گزارنے کیلئے یہاں کے اسباب و وسائل اس قدر ضروری ہیں جیسے کشتی چلانے کیلئے نہریا دریا کا پانی۔ اگر پانی ہی موجود نہ ہو تو کشتی کا چلانا ناممکن ہے لیکن پانی کی اہمیت و ضرورت اس وقت تک ہے جب پانی جہاز یا کشتی سے باہر ہو، اگر کشتی میں سوراخ ہو کر پانی اندر داخل ہو جائے تو کشتی بھی غرق اور اس میں سواری بھی دریا و سمندر کے موجوں کے نذر ہو جائیں گے۔ یہی حال مال و دولت کا ہے، حیات مستعار کا قلیل عرصہ گزارنے کیلئے حصول مال ضروری ہے مگر شرط یہ کہ اس کے ساتھ تعلق ظاہری دنیا تک رہے نہ کہ اس کا محبت دل میں سوراخ کر کے اندر داخل ہو جائے۔

صحابہ کرام اور مزاح و دل لگی: امت مسلمہ کے راہنمایاں و مقتدی صحابہؓ ہی دنیا میں رہ کر ہنسنے کے موقع پر ہنستے لیکن انکا ہنسا میرے اور آپکے ہنسنے کی طرح نہ تھا کہ ایسے وقت میں دلوں پر غفلت کے پردے آخرت کو بھلا دیتے۔ صحابہؓ کے ہنسنے کے بارہ میں حضرت قتادہؓ کا ارشاد ہے: عن قتادة قال سئل ابن عمر هل كان اصحاب رسول الله ﷺ يضحكون قال نعم والایمان فی قلوبهم اعظم من الجبل وقال بلال بن سعد ادر کتھم یشتدون بین الاغراض ویضحک بعضهم الى بعض فاذا کان اللیل کانوا اڑھباناً (روہ فی شرح لسنہ) ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کبھی ہنسا بھی کرتے تھے۔ جناب ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں (ہنستے وقت) ان کے دلوں میں پہاڑ سے بھی بڑا ایمان (قائم و دائم) رہتا۔ اور حضرت بلال بن سعدؓ تابعی فرماتے ہیں: صحابہؓ گواس حال میں پایا کہ وہ تیر کے نشانوں کے درمیان دوڑتے اور ایک دوسرے کے باتوں پر ہنسا بھی کرتے مگر جب رات ہو جاتی تو وہ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے

ہو جاتے۔ اگر ہم اپنے گریبان میں جھانکیں تو حالت یہ ہے کہ معمولی سی دینی خوشی کے وقت آپے سے باہر ہو کر شرافت و حیاء اور ایمان کے تمام حدود کو الوداع کہہ دیتے ہیں۔ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ شاید اس دنیا میں آنے کا غرض ہی یہی فضولیات اور لہو و لعب میں دنیا کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنا ہے۔ ان مواقع پر ہم اپنے لئے کسی دینی فریضہ اور شرط کو اپنی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتے۔ یہاں اکثر احادیث پڑھنے والے طلبہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں ان کو معلوم ہے کہ جب مذاق و مزاح کا موقع آیا تو سید المرسلین نے خوش طبعی کا بھی ایسے شرعی حدود و قیود کے دائرہ میں اظہار فرمایا جو رہتی دنیا کے مسلمانوں کیلئے سبق آموز اسوہ اور نمونہ ہے۔

بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی: ایک بڑھیا نے حضور ﷺ کے دربار میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے جنت کی دعا فرمائیے روایت ہے: وعن انس عن النبی ﷺ قال لامرأة عجوز ان لا تدخل الجنة عجوزاً قالت ومالهن وكانت تقرأ القرآن فقال لها ماتقربن القرآن إنا أنشأنا لهن لبعثناهن ابكاراً (رواہ رزین) ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بڑھیا کے اس استدعا کے جواب میں فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی، وہ بوڑھی عورت قرآن پڑھی ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ (اللہ نے فرمایا ہے) ہم جنت کی عورتوں کو پیدا کریں گے جیسا (جنت کے مناسب) پیدا کیا جاتا ہے پس یہ سب عورتیں کنواری بنادیں گے۔

یہ ایک عجیب حقیقت پر مبنی مذاق اور مزاح تھا کہ پہلے تو وہ بوڑھی نہ سمجھ سکی، فوراً پوچھا کیا وجہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کا داخلہ ممنوع ہے وہ رونے لگی مگر جب حضور ﷺ نے قرآنی آیت کا مطلب کہ دنیا کی بوڑھی عورتیں اس بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ اور انہی بڑھیا عورتوں کو جوانی کی اعلیٰ ترین شکل و جسم و دیکر داخل فرمائیں گے، خوشی سے پھر پھولے نہ سما سکی۔ آنحضرت ﷺ کا مزاح نہ کبھی جھوٹ پر مبنی ہوتا نہ کسی دوسرے انسان کی توہین و تحقیر پر۔ ہم بھی ایک دوسرے کیساتھ مذاق کرتے رہتے ہیں، شریعت کی حدود اور کی بات ہے انسان کو انسانیت کے مقام سے گھرا کر دنیا میں سے اسفل السافلین پہنچانے کے تمام گڑ استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دنیا کی حقیقت: تو محترم بھائیو! بات بہت دور نکل گئی، اگر کوئی سمجھے کہ مذہب دنیا کو چھوڑنے کا نام ہے بالکل غلط تصور بلکہ اسلام کا غرض یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ راستے پر سفر کرنے والے ایک راہ گزر کا رشتہ و تعلق جو بعض سرائے اور ہوٹل سے ہوتا ہے وہی معاملہ دنیا سے بھی کرنا ہے، نا سمجھ اور ضدی بچہ کی طرح یہ ضد کرنا کہ میرے لئے ادھر ایک محل اور سکونت بنانا ہے اس جہالت پر مبنی عقیدہ کے باطل اور لغو ہونے کیلئے رب کائنات نے دنیا کی حقیقت بیان فرمادی۔ کہ نیک بخت یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں بلکہ لہو و لعب ہے اس کیساتھ دوسرے جملہ میں دائمی اور مستقل رہنے والی زندگی کی حقیقت بھی بیان فرمائی۔ اب یہ حضرت انسان پر منحصر ہے کہ فانی زندگی کو ترجیح دیتا ہے یا دائمی کو۔ رب کائنات مجھے اور آپ سب کو ایسی زندگی حاصل کرنے کی توفیق دے جو دائمی اور جنت کے اعلیٰ ترین ثمرات پر منتج ہو۔